29

خدام الاحمدیہ کے متعلق ضروری ارشادات

(فرمودہ 11 ستمبر 1942ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"آج کا خطبہ مَیں خدام الاحمدیہ کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ تھی کہ نوجوانوں میں دینی روح پیدا کی جائے اور ان کے قلوب میں دین کے لئے اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ چونکہ ہر باطن کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ہر مغز کے لئے ایک چھلکا اس کی حفاظت کے لئے ضروری ہوتا ہے اس لئے بعض قوانین ایسے مقرر کئے گئے جن کا منشاء یہ تھا کہ وہ مغز جو اس تحریک کے چلانے کا اصل مقصد ہے، محفوظ رہے۔ مگر ہو سکتا ہے بعض لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس کے چھلکے کو ہی اصل مغز سمجھ لیں اور اس کے ظاہر کو ہی باطن خیال کر کے اس وہم میں مبتلا ہو جائیں کہ جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا اس کو انہوں نے پورا کر لیا ہے اور اس قسم کے دھوکے طبعی طور پر انسان کو لگتے ہی رہتے ہیں۔ نماز کو ہی لے لو۔ نماز ایک چھلکا ہے۔ ایک ظاہر ہے اس باطن اور اس مغز کا جو خدا اپنے بندوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ نماز کیا ہے؟ اس میں الفاظ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی تصویر کھینچ کر بندے کے سامنے رکھ دی گئی ہے اور اس تصویر کو سامنے لا کر خیالی طور پر بندہ اپنے خدا سے باتیں کرتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔[1] تو اس وقت خدا تو اس کے سامنے نہیں ہوتا۔ وہ ہزاروں پردوں بلکہ اَن گنت پردوں میں چھپا ہوا اس کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے مگر چونکہ اس نے لفظی تصویر خدا تعالیٰ کی کھینچ لی ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے جائز ہو جاتا ہے کہ وہ نماز میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہے۔ یہ تصویر اس کے

سامنے اس لئے رکھی جاتی ہے تاکہ جب اسے خدا تعالیٰ کی زیارت نصیب ہو وہ اسے پہچان جائے۔ گویا نماز کیا ہے ایک تصویر ہے، ویسی ہی جیسے کسی کا چھوٹا بچہ ہو اور وہ اسے بچپن میں ہی چھوڑ کر کہیں چلا جائے تو ماں اسے ہمیشہ اس کے باپ کی تصویر دکھاتی رہے کہ یہ تیرا ابا ہے، یہ تیرا ابا ہے تاکہ جب اس کا باپ گھر میں آئے تو وہ اس سے مُنہ نہ موڑ لے اور یہ نہ کہے کہ مَیں نہیں جانتا۔ یہ کون ہے۔ چونکہ اس نے بار بار اپنے باپ کی تصویر دیکھی ہو گی اس لئے جب وہ باپ کو اصل صورت میں دیکھے گا تو فوراً اسے پہچان لے گا اور سمجھ جائے گا کہ یہ میرا باپ ہے۔ اسی طرح نماز میں خدا تعالیٰ کی ہستی کی لفظوں میں تصویر کھینچی جاتی ہے کہ وہ رب ہے وہ رحمان ہے وہ رحیم ہے وہ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ[2] ہے وہ انسان کو صراط مستقیم پر چلانے والا ہے۔ وہ ضلالت اور غضب کے راستوں سے بچانے اور محفوظ رکھنے ولا ہے۔ وہ آپ اعلیٰ ہے، وہ عظیم ہے، وہ سبحان ہے، وہ اکبر ہے۔ وہ تمام حمدوں کا مالک ہے ہر قسم کی تعریفیں اسی کے لئے ہیں ہر قسم کی قربانیاں اسی کے لئے ہیں اور ہر قسم کی عبادتوں کا وہی مستحق ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی ایک تصویر ہے، مثبت تصویر نہ کہ منفی۔ جب کسی ہستی میں انسان کو یہ صفات نظر آ جائیں گی وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ خدا ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ ایک غیر شکل میں بندوں کے سامنے ظاہر ہو گا اور انہیں کہے گا مَیں تمہارا خدا ہوں، تم مجھے سجدہ کرو، بندے استغفار کرتے ہوئے کہیں گے کہ تُو ہمارا خدا نہیں ہو سکتا، ہم تجھے سجدہ کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ ہم تجھے نہیں پہچانتے۔ تب وہ اس شکل میں جو انہیں بتائی گئی تھی ظاہر ہو گا اور تمام بندے سجدے میں گر جائیں گے۔ اس میں درحقیقت اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک قسم کی تصویر لوگوں کے سامنے رکھی ہوئی ہے تاکہ وہ اسے دیکھتے رہیں، دیکھتے رہیں اور دیکھتے رہیں اور اس کے اوصاف کو اچھی طرح یاد کر لیں تاکہ جب خدا تعالیٰ ان کے سامنے آئے، اس جہان میں یا اگلے جہان میں وہ اسے فوراً پہچان لیں۔

اب دیکھو۔ دنیا میں کس کس طرح لوگ خدا تعالیٰ سے دوسرے کو پھیرنا چاہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے حضرت کرشن خدا تھے، کوئی حضرت رام چندر کو خدا کہتا ہے اور کوئی حضرت علیؓ کی خدائی کا قائل ہے۔ مگر وہ جس نے نماز میں لفظی تصویر خدا تعالیٰ کی دیکھی ہوتی ہے وہ

ان کے فریب میں نہیں آسکتا اور اگر آجائے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اس نے خدا تعالیٰ کی تصویر نہیں دیکھی۔ یہی وجہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا کہ جس نے مجھے نہیں پہچانا اس نے محمد ﷺ کو بھی نہیں پہچانا[3] کیونکہ آنے والے مسیح کے متعلق کہا گیا تھا کہ وہ حلیہ میں محمد ﷺ کے مشابہ ہو گا مگر حلیہ میں مشابہت سے مراد ناک، کان اور آنکھ میں مشابہت نہیں بلکہ اس حلیہ سے مراد روحانی حلیہ ہے جو اصل چیز ہے۔ ورنہ ایسے ناک، کان اور آنکھ تو ہر ایک کے ہوتے ہیں صرف روحانی آنکھیں اور روحانی کان اور روحانی ناک اور روحانی خوبصورتی ہی ہے جس میں دوسرے لوگ محمد ﷺ کے کامل مشابہ نہیں ہوسکتے تھے۔ صرف مسیح موعود کے متعلق ہی لکھا تھا کہ وہ آپ کے کامل مشابہ ہو گا۔ پس جس نے قرآن میں محمد ﷺ کی تصویر دیکھ لی تھی، جس نے حدیث میں محمد ﷺ کی تصویر دیکھ لی تھی، کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی شکل میں دیکھے اور نہ پہچانے۔ مگر جس نے آپ کو دیکھ کر بھی نہیں پہچانا اس کے متعلق سوائے اس کے اَور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تصویر بھی نہیں دیکھی تھی۔ جب وہ دعویٰ کرتا تھا کہ اس نے قرآن میں محمد ﷺ کی تصویر دیکھی ہوئی ہے، جب وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے حدیث میں محمد ﷺ کی تصویر دیکھی ہوئی ہے تو وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس نے آپ کی تصویر نہ قرآن میں دیکھی تھی، نہ حدیث میں، ورنہ ممکن ہی نہیں تھا کہ مسیح موعود جو اپنے روحانی حلیہ میں محمد ﷺ کے بالکل مشابہ تھے اس کے سامنے آتے اور وہ آپ کے وجود میں محمد ﷺ کی تصویر کو نہ دیکھ لیتا۔ اگر ایک شخص ہمارے سامنے کہے کہ مَیں نے آم کھایا ہوا ہے مگر جب اس کے سامنے ہم آم لا کر رکھیں تو اس کی طرف وہ توجہ ہی نہ کرے اور جب اس سے پوچھا جائے کہ یہ کیا پھل ہے تو وہ کہے مجھے علم نہیں۔ تو ہم سمجھ جائیں گے کہ جب اس نے یہ کہا تھا کہ مَیں نے آم کھایا ہوا ہے تو اس نے جھوٹ سے کام لیا تھا۔ اسی طرح جب غیر اللہ کی شکل میں کوئی شکل آئے اور کہے کہ مَیں اللہ ہوں اور کوئی دوسرا شخص اس کے دھوکا میں آجائے تو اس کے معنے یہی ہوں گے کہ اس نے قرآن میں، احادیث میں اور نماز میں اللہ تعالیٰ کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ

کی شکل دیکھی ہوتی تو وہ اس کے فریب میں نہ آتا۔ دنیا میں تم نے جس شخص کو اچھی طرح دیکھا ہوا ہوتا ہے تم اس کے متعلق کسی فریب میں نہیں آسکتے اور اگر دھوکا کے طور پر کسی اَور شخص کے متعلق تمہیں کوئی کہے کہ وہ فلاں شخص ہے تو تم فوراً کہہ دیتے ہو کہ مَیں اسے خوب جانتا ہوں یہ شخص وہ نہیں کوئی اَور ہے۔ اسی طرح نماز ایک تصویر ہے جسے ہر مسلمان کے سامنے دن رات میں پانچ دفعہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس تصویر کو اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ پس درحقیقت نماز ایک تصویر یا ایک چھلکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور تصویر اور اصل میں گو ظاہری لحاظ سے مشابہت ہوتی ہے مگر حقیقی خواص میں مشابہت نہیں ہوتی۔ رستم کی تصویر ہو تو اسے ایک بچہ بھی پھاڑ سکتا ہے مگر رستم کو پہلوان بھی گرا نہیں سکتا۔ اسی طرح شیر کی تصویر ہو تو اسے ایک چوہا بھی کھا سکتا ہے مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ اصل شیر کو چوہا کھا سکتا ہے۔ پس تصویر اور اصل میں صرف ظاہری طور پر مشابہت پائی جاتی ہے حقیقی طور پر نہیں۔ اس لئے نماز بوجہ تصویر ہونے کے صرف ایک ظاہر ہے باطن اس کا اَور ہے اور وہ باطن اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا قرب ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر ترقی کرے کہ اسے اپنی روحانی آنکھوں سے خدا تعالیٰ نظر آنے لگ جائے یا کم سے کم اس کے دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ عبادت کیا ہے؟ عبادت یہ ہے کہ تو ایسا سمجھے کہ گویا خدا تجھ کو نظر آرہا ہے اور اگر تجھے یہ مقام میسر نہیں تو تیرے اندر کم سے کم یہ یقین ہونا چاہئے کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔[4] یہ کیفیت جو رسول کریم ﷺ نے بتائی کہ نماز پڑھتے وقت کم سے کم تمہیں یہ یقین ہونا چاہئے کہ تمہارا خدا تمہیں دیکھ رہا ہے یہ تصویری زبان میں پہلا روحانی قدم ہے جو اٹھنا چاہئے کہ ہر شخص کم سے کم ایسے مقام پر ہو کہ جب وہ نماز پڑھ رہا ہو تو اسے یقین ہو کہ کوئی خدا ہے جو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر واقع میں کوئی رب ہے، رحمان ہے، رحیم ہے، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہے، تمام عبادات کا مستحق ہے، اعلیٰ ہے، سبحان ہے، اکبر ہے، تو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہم اس کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ پس جب وہ تصویری زبان میں نماز پڑھ رہا ہو تو کم سے کم اس کے دل میں اس بات پر پختہ یقین ہونا چاہئے کہ اس کا خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کے بعد جب محبت الٰہی

میں بڑھتے بڑھتے وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں منہمک ہو جاتا ہے۔ اس کا ذکر اس کی غذا بن جاتا اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے عشق سے بھر جاتا ہے تو اس وقت خدا اس کے سامنے آ جاتا ہے اور اس وقت وہ صرف اس یقین پر نہیں ہوتا کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے بلکہ وہ خود خدا کو دیکھنے لگ جاتا ہے۔ بہر حال نماز کی صورت ایک قِشر کی سی ہے اگر کوئی شخص اسی پر بس کر لے اور سمجھ لے کہ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مَیں رکوع میں چلا گیا ہوں یا مَیں نے خدا تعالیٰ کو سجدہ کر لیا ہے یا اس کے حضور کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ لئے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ اصل حقیقت کی تلاش نہیں کر رہا۔ قِشر پر ہی خوش ہو گیا ہے۔

خدام الاحمدیہ کے لئے جو قوانین مقرر کئے گئے ہیں وہ بھی در حقیقت قشر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے چنانچہ یہ جو کہا گیا ہے کہ خدام الاحمدیہ روزانہ کچھ وقت ہاتھ سے کام کیا کریں۔ سڑکوں کو درست کیا کریں، گڑھوں کو پُر کیا کریں اور اسی طرح خدمت خلق کے اور کام سر انجام دیا کریں ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کے اندر بنی نوع انسان کی ہمدردی کا سچا جذبہ پیدا ہو اور جب لوگوں پر کوئی عام مصیبت کا وقت آئے تو وہ اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور کسی قسم کا کام کرنے میں عار محسوس نہ کریں۔ لیکن اگر ان کاموں کے نتیجہ میں ان کے دلوں میں بنی نوع انسان کی ہمدردی کا کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر وہ اپنے سیکرٹری یا کسی اَور افسر کے بلانے پر ہاتھ سے کام کرنے کے لئے تو تیار ہو جاتے ہیں لیکن جب ان کا ہمسایہ کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اس کو دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ چھلکے کو پکڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ حقیقت کو اخذ کرنے کی انہوں نے کوشش نہیں کی۔ ان کی مثال بالکل ان لوگوں کی سی ہے جو کہتے تھے ہم نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تصویر کو قرآن میں دیکھ لیا ہے۔ ہم نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تصویر کو حدیثوں میں دیکھ لیا ہے اور ہم آپ کو خوب پہچانتے ہیں مگر جب انہوں نے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو مسیح موعود کی شکل میں دیکھا تو آپ کا انکار کر دیا اور نہ صرف انکار کیا بلکہ آپ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔ اگر ایسے لوگ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں ہوتے تو یقیناً آپ کا بھی انکار کرتے اور آپ پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیتے۔

مَیں دیکھتا ہوں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ میں خدام الاحمدیہ کے امتحان کا

ایک موقع پیدا ہوا تھا جس میں اگر وہ چاہتے تو کوشش کر کے کامیابی حاصل کر سکتے تھے۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس امتحان میں خدام الاحمدیہ بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا بڑے بڑے سیلاب آئے ہیں اور ان سیلابوں سے بڑی تباہی ہوئی ہے مگر مجھے افسوس ہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے خدام الاحمدیہ نے اس موقع پر کوئی کام نہیں کیا اور اگر کیا ہے تو مجھے اس کا علم نہیں ہوا۔ یاد رکھو وہ سپاہی ملک کے لئے کبھی مفید نہیں ہو سکتا جو پریڈ تو کرتا ہے مگر لڑائی کے وقت گھر میں بیٹھ رہے۔ پریڈ تو لڑائی کے لئے ہی کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے لڑائی میں شامل نہیں ہونا تو وہ پریڈ پر اپنا وقت کیوں ضائع کرتا ہے۔ اس دفعہ ضلع لاہور میں، ضلع شیخوپورہ میں اور ضلع فیروز پور میں سیلابوں سے بڑی بڑی تباہیاں آئی ہیں اور ہر جگہ مجالس خدام الاحمدیہ موجود تھیں مگر میرے پاس جو رپورٹیں آئی ہیں ان میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں کہ اس موقع پر خدام الاحمدیہ نے لوگوں کی کیا خدمت کی ہے اور اس مصیبت کے وقت انہوں نے کس کس رنگ میں ہمدردی ظاہر کی۔ حالانکہ اس موقع پر بعض ہندوؤں نے، بعض سکھوں نے اور بعض اَور اقوام کے لوگوں نے بڑی بڑی خدمت کی ہے یہاں تک کہ گورنمنٹ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے لوگوں کی بہت مدد کی ہے مگر مجھے یہ معلوم کر کے نہایت ہی افسوس ہوا کہ ان میں خدام الاحمدیہ کا نام نہیں تھا۔ اگر ایسی مصیبت کے وقت بھی خدام الاحمدیہ لوگوں کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں تو پھر ہم نے ان کی پریڈوں کو کیا کرنا ہے۔ یہ جو کسی کسی دن وقتِ مقررہ پر ہاتھ سے کام کرنا ہوتا ہے یہ سچی قربانی نہیں ہوتی۔ سچی قربانی وہی ہوتی ہے جب اچانک کوئی مصیبت آجائے اور اس وقت لوگوں کی امداد کے لئے اپنی جان و مال اور آرام و آسائش کو قربان کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آیا کرتے ہیں۔ ایک ابتلاء تو ایسا ہوتا ہے جس میں بندے کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے اوپر کوئی سزا لے لے جیسے اگر کسی کو کہا جائے کہ وہ اپنے آپ کو کوڑا مارے تو لازماً وہ احتیاط سے کام لے گا۔ اول تو زور سے نہیں مارے گا اور پھر کسی ایسی جگہ نہیں مارے گا جو نازک ہو اور جہاں زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہو مگر جب دوسرا شخص کوڑا مارے تو اس وقت وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ زور سے پڑتا ہے یا ہلکا پڑتا ہے اور

کہاں لگتا ہے اور کہاں نہیں لگتا۔ اسی طرح فرماتے تھے وضو بھی ایک ابتلاء ہے۔ سخت سردی میں جب انسان وضو کرتا ہے تو لازماً اسے تکلیف ہوتی ہے مگر اسے اختیار ہوتا ہے کہ اگر چاہے تو پانی گرم کرلے اور اس طرح اس تکلیف کی شدت کو اپنے لئے کم کرلے لیکن ایک اَور ابتلا ایسا ہوتا ہے جس میں بندے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔[5] بیماری آتی ہے اور اس کے کسی بچے کو چمٹ جاتی ہے یا اسے اپنی بیوی سے بڑی محبت ہوتی ہے مگر وہ سخت بیمار ہو جاتی ہے یا بیوی کو خاوند سے بڑی محبت ہوتی ہے اور وہ کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ ابتلا ایسا ہے جو اس کے اختیار سے باہر ہوتا ہے اور اس کی چوٹ ایسی سخت ہوتی ہے کہ مدتوں تک اسے تڑپاتی رہتی ہے۔ پھر آپ فرمایا کرتے کہ در حقیقت یہی ابتلا انسان کے ایمان کی آزمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں اور اسی وقت معلوم ہوتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھتے اور کون سچا ایمان نہیں رکھتے۔ جس وقت اس قسم کے مصائب اور ابتلا آتے ہیں اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا کہ اب دن ہے یا رات یا لوگوں کے آرام کرنے کا وقت ہے یا کام کرنے کا، مثلاً گزشتہ دنوں سیلاب آئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں دیکھا کہ ہَڑ[6] رات کو آیا ہے یا دن کو۔ کام کے وقت تو تم کہہ دیتے ہو کہ ایسا وقت مقرر کرو جب سورج اونچا نہ آیا ہو اور خدام آپس میں مشورہ کرکے اعلان کر دیتے ہیں کہ چونکہ سخت گرمی پڑ رہی ہے اس لئے علی الصبح کام شروع کر دیا جائے گا اور آٹھ یا نو بجے بند کر دیا جائے گا۔ پھر کچھ لوگ کُوزے لے کر اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں کہ کسی کو پیاس لگی ہو تو وہ پانی پی لے۔ ایک ڈاکٹر پٹیاں اور ضروری سامان لے کر بیٹھا ہوتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی چوٹ لگ جائے تو اس کی مرہم پٹی کر دی جائے۔ غرض جس قدر سہولت کے سامان تمہیں میسر آ سکتے ہیں تم ان سے کام لیتے ہو لیکن جس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے سیلاب آجائے تو اس وقت خدام الاحمدیہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ دریائے راوی کو تھوڑی دیر کے لئے روک لیا جائے، ابھی ہمارے خدام بیدار نہیں ہوئے یا نو بجے کے بعد سیلاب آنا بند ہو جائے کیونکہ اس کے بعد لڑکوں نے سکول جانا ہے۔ جس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آتا ہے اس وقت وہ نہ دن دیکھتا ہے، نہ رات اور لوگوں کا بھی فرض ہوتا ہے کہ قطع نظر اس سے کہ اس وقت رات ہو یا دن ایک دوسرے کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور در حقیقت خدام الاحمدیہ کا

قیام اسی لئے کیا گیا تھا مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب سیلاب آیا تو تمام مقامات کے خدام الاحمدیہ اپنے اپنے گھروں میں سوئے رہے یہاں تک کہ شاہدرہ کی جماعت کے متعلق مجھے یہ شکایت پہنچی کہ وہاں جب سیلاب آیا تو شاہدرہ کے خدام میں سے ایک شخص بھی لوگوں کی مدد کے لئے نہ آیا بلکہ لاہور سے بعض خدام مدد کے لئے پہنچے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ مَیں لاہور والوں کی تعریف کر رہا ہوں۔ انہوں نے بھی قابل تعریف نمونہ نہیں دکھایا۔ لاہور ایک بہت بڑا شہر ہے اور شاہدرہ وغیرہ اس کے قریب ہیں ایسے موقع پر انہیں چاہئے تھا کہ وہ اپنے سب کام کاج چھوڑ کر لوگوں کی خدمت کرتے مگر جہاں تک میری اطلاعات ہیں مجھے افسوس ہے کہ یہ کام خدام الاحمدیہ نے نہیں کیا۔ پس ایک طرف مَیں خدام الاحمدیہ کے افسروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ کیا وہ قشر پر خوش ہیں اور کیا اتنی سی بات پر ہی ان کے دل تسلی پا چکے ہیں کہ وہ چھلکے اور ظاہر کی درستی میں لگے رہتے ہیں اور مہینہ دو مہینہ کے بعد ایک دن لوگوں کو پانی پلا پلا کر اور سانس دلا دلا کر اور ڈاکٹری مدد پہنچا پہنچا کر کچھ کام کر لیتے ہیں۔ اگر وہ صرف اسی بات پر خوش ہیں تو مَیں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے کاموں کا دنیا کو کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ یہ شو تو ہے، نمائش تو ہے، پریڈ تو ہے لیکن اگر اصل موقع پر کام نہ کیا جائے تو پھر یہ کام پریڈ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ صرف شو اور نمائش کی حیثیت رکھتا ہے۔

پس مَیں خدام الاحمدیہ کے افسروں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ان تمام علاقوں کی مجالس کے پاس جہاں جہاں سیلاب آئے ہیں اپنے آدمی بھجوا کر پتہ لگائیں کہ وہاں کی مجالس نے سیلاب کے موقع پر لوگوں کی کیا خدمت کی ہے اور آیا وہ خدمت ایسی تھی جو ان کی شان کے شایان تھی۔ پھر اگر ثابت ہو کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس نے اپنے فرض کی بجا آوری میں غفلت سے کام لیا ہے تو ان کو سرزنش اور تنبیہہ کی جائے۔ یہی وہ اصل غرض تھی جس کے لئے وہ اتنے سالوں سے تیاری کر رہے تھے مگر جب وہ وقت آیا اور وہ دن آیا جس کے لئے انہیں تیار کیا جا رہا تھا تو انہوں نے اپنے فرض کو فراموش کر دیا اور اس نہایت ہی قیمتی موقع کو ضائع کر دیا۔ حضرت مسیح ناصری نے انجیل میں کیا ہی لطیف تمثیل بیان فرمائی ہے کہ کچھ عورتیں تھیں جو دولہا کے انتظار میں کھڑی رہیں، کھڑی رہیں، کھڑی رہیں اور کھڑی رہیں۔ جب دولہا کے

آنے میں بہت دیر ہو گئی تو ان میں سے بعض کے پاس تیل ختم ہو گیا اور انہوں نے دوسری عورتوں سے کہا کہ اس وقت دکانوں سے تیل مل نہیں سکتا، کچھ تیل ہم کو بھی دو تا کہ ہم اپنی مشعلوں کو روشن رکھیں تب جن کے پاس تیل تھا انہوں نے کہا ہم تم کو کس طرح تیل دے سکتی ہیں، ہمارے پاس جو تیل ہے وہ صرف اپنی ضرورت کے لئے ہے۔ تم اپنے گھروں کو جاؤ اور جس طرح ہو سکے تیل لاؤ چنانچہ وہ تیل لینے کے لئے اپنے گھروں کو لوٹ گئیں مگر ادھر وہ تیل لینے گئیں اور اُدھر دولہا آ گیا۔ وہ جن کے پاس تیل تھا انہیں دولہا اپنے ساتھ لے گیا اور اس نے قلعہ کے اندر جا کر اس کا دروازہ بند کر لیا۔ اتنے میں دوسری عورتیں بھی آ پہنچیں اور انہوں نے دروازہ پر دستک دی کہ ہم آ گئی ہیں ہمارے لئے دروازہ کھولا جائے۔ دولہا نے کہا تم میری دلہنیں نہیں ہو میری دلہنیں وہ ہیں جو میرے انتظار میں کھڑی رہیں اور میرے ساتھ قلعہ کے اندر آئیں۔[7] اسی طرح خدا تعالیٰ جب اپنے بندوں سے ملنے کے لئے آتا ہے تو وہ کبھی سیلابوں کی صورت میں آتا ہے، کبھی زلزلوں کی صورت میں آتا ہے اور کبھی بیماریوں کی صورت میں آتا ہے۔ جو لوگ خدمتِ خلق کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کا وصال حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کر کے اس کے قرب کو پا لیتے اور اس کی رضا کو حاصل کر لیتے ہیں۔ گویا ان کی مثال ان دلہنوں کی سی ہوتی ہے جن کے پاس تیل تھا اور جب دولہا آیا تو وہ اس کے ساتھ چل پڑیں مگر جو لوگ ایسے موقع پر دوسروں کی خدمت کرنے سے گریز کرتے ہیں ان کی مثال ان دلہنوں کی سی ہوتی ہے جن کا تیل ختم ہو گیا اور وہ دولہا کے ساتھ نہ جا سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دولہا نے انہیں اپنی دلہنیں بنانے سے انکار کر دیا۔ پس خدام الاحمدیہ کے وہ افسر جنہوں نے اس موقع پر غفلت اور کوتاہی سے کام لیا ہے ان کے متعلق تحقیق کر کے انہیں سرزنش اور تنبیہہ کرنی چاہئے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ رات دن کام کرتے اور اس خطرناک مصیبت کے وقت لوگوں کی ہر رنگ میں اعانت کر کے اپنے فرض کو ادا کرتے مگر انہوں نے بہت بڑی کوتاہی سے کام لیا ہے اور اب خدام الاحمدیہ کے افسروں کا یہ کام ہے کہ وہ ان کو سرزنش کریں۔ دو تین سال تک انہیں محنت کرانے کا کیا فائدہ ہوا۔ جب عین اس موقع پر جبکہ خدا نے ان کا امتحان لیا وہ فیل ہو گئے۔ اگر وہ اس امتحان میں شامل ہو

جاتے اور خراب پرچے کرتے تب بھی وہ اتنا کہہ سکتے تھے کہ ہم امتحان میں تو شامل ہو گئے یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے پرچے اچھے نہیں ہوئے۔ مگر ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ وہ اس امتحان میں شامل ہی نہیں ہوئے۔ امتحان کے کمرہ میں انہوں نے قدم بھی نہ رکھا اور پرچے کو انہوں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ کیا تم سمجھتے ہو ایسے لوگوں کو خدائی یونیورسٹی کی طرف سے کوئی سند ملے گی۔ سند کیا وہ تو ایسے لوگوں کا نام اپنے رجسٹروں سے نکال باہر کرے گی۔ پھر صرف باہر کے خدام الاحمدیہ پر ہی نہیں بلکہ مرکز پر بھی مجھے افسوس ہے کہ اس نے اب تک کیوں اس بارہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا اور کیوں مجھے کہنے کی ضرورت پیش آئی۔ انہیں تو چاہیئے تھا کہ جب بھی وہ سنیں کہ لوگوں پر کوئی عام مصیبت آ گئی ہے وہ اس کو دور کرنے کے لئے ایسے رنگ میں کام کریں جو دوسروں سے بہت زیادہ شاندار اور ممتاز ہو۔ ہم صرف اتنی بات پر خوش نہیں ہو سکتے کہ ہمارے خدام نے دوسرے لوگوں جتنا کام کیا ہے بلکہ ہماری خوشی اور ہماری مسرت اس بات میں ہے کہ ہماری جماعت کے خدام دوسری تمام اقوام کے نوجوانوں سے زیادہ نمایاں حصہ خدمت خلق میں لیں۔ پس خدام الاحمدیہ کے افسر اس امر کی تحقیق کریں اور جنہوں نے اس موقع پر سستی دکھائی ہے ان کو سرزنش کریں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اب اللہ تعالیٰ دوبارہ تمہارا امتحان لینے کے لئے پھر دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ کو غرق کر دے۔ خدا نے ایک بار تمہارا امتحان لیا اور اس میں تم فیل ہو گئے اور بری طرح فیل ہوئے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ تمہارا دوبارہ امتحان لینے کے لئے اللہ تعالیٰ دوبارہ لوگوں کو غرق کرے اور پھر سیلابوں سے تباہی آئے۔ یہ سیلاب اور قحط وغیرہ اللہ تعالیٰ کے بعض اور قوانین کے ماتحت آتے ہیں اور اس کی سنت ہے کہ وہ ایسے عذاب مسلسل نہیں بلکہ کچھ عرصہ کے بعد بھیجا کرتا ہے۔ ایسے موقع پر خدمت خلق کرنے والی جماعتیں اپنے آپ کو پاس کرا لیتی ہیں مگر جو لوگ خدمت سے محروم رہتے ہیں وہ نیکی کے ایک بہت بڑے موقع کو اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیتے ہیں۔

دوسری بات جس کی طرف میں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بارشوں کی کثرت کی وجہ سے اس دفعہ قادیان میں بہت سے غرباء کے مکان گر گئے ہیں۔ ان مکانوں کی مرمت اور تعمیر میں خدمت خلق کرنے والوں کو حصہ لینا چاہیئے۔ مَیں اس موقع پر

ان کو بھی توجہ دلاتا ہوں جن کو معماری کا فن آتا ہے کہ وہ اپنی خدمات اس غرض کے لئے پیش کریں۔ آجکل عام طور پر عمارتوں کے کام بند ہیں اور وہ اگر چاہیں تو آسانی سے اپنے اوقات اس خدمت کے لئے وقف کر کے ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ پس جن معماروں کو خدا تعالیٰ توفیق دے وہ ایک ایک، دو دو، تین تین، چار چار دن جس قدر خوشی کے ساتھ دے سکتے ہوں دیں تاکہ غرباء کے مکانوں کی مرمت ہو جائے۔ مزدور مہیا کرنا خدام الاحمدیہ کا کام ہو گا اس صورت میں بعض اَور چیزوں کے لئے بہت تھوڑی سی رقم کی ضرورت ہو گی جس کے متعلق ہم کوشش کریں گے کہ چندہ جمع ہو جائے مگر جہاں تک خدمت کا کام ہے خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ وہ اس کو خود مہیا کرے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی کم خرچ پر غرباء کے مکانات کی مرمت ہو جائے گی۔

تیسری چیز جس کی طرف مَیں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے نماز ایک قِشر ہے اور اس کی اصل غرض یہ ہے کہ دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور ذکرِ الٰہی کا انس پیدا ہو۔ ذکر الٰہی کا انس آج کل مغربی اثر کے ماتحت بہت کچھ کم ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے مَیں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نوجوانوں میں اس قسم کے وعظ کثرت سے کرائیں جن میں ذکر الٰہی کی اہمیت بیان کی گئی ہو اور انہیں بتایا جائے کہ جب تک وہ مسجد میں بیٹھنے اور ذکر الٰہی کرنے کی عادت اختیار نہیں کریں گے۔ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نشانات کا وہ مشاہدہ نہیں کر سکیں گے۔ اسی طرح محمد ﷺ کا دیدار سچے رؤیا و کشوف اور الہامات وغیرہ انہیں نہیں ہو سکیں گے۔ جب تک وہ ذکر الٰہی کی طرف توجہ نہیں کریں گے خالی خولی نماز پڑھ کر چلے جانا اور باقی وقت گپوں میں ضائع کر دینا بہت بری بات ہے۔ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار قلب پر نازل نہیں ہوتے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ کسی پر احسان کر کے خدا تعالیٰ کوئی نور نازل کر دے تو اَور بات ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کے افسروں کو چاہئے کہ وہ خصوصیت سے مختلف مساجد اور مختلف حلقوں میں اس قسم کے وعظ کرائیں تاکہ نوجوانوں کے دلوں میں عبادت اور ذکر الٰہی کا شوق پیدا ہو۔ اب تک خدام الاحمدیہ کی طرف سے اس قسم کی بہت کم کوشش کی گئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اول تو نوجوان مسجد میں کم آتے

ہیں اور جو آتے ہیں وہ اس تاڑ میں رہتے ہیں کہ امام کب آتا ہے تا کہ وہ اسی وقت مسجد میں آئیں، جب امام آئے۔ اس سے پہلے انہیں مسجد میں آکر بیٹھنا نہ پڑے۔ گویا مسجد ان کے نزدیک ایسی ہی چیز ہوتی ہے جیسے انگاروں پر چلنا۔ جس طرح انگاروں پر چلنے والا جلدی جلدی چلتا ہے کہ کہیں میرے پیر نہ جل جائیں اسی طرح وہ بھی چاہتے ہیں کہ مسجد میں تھوڑے سے تھوڑا عرصہ ٹھہریں اور جلد سے جلد چلے جائیں۔ پھر بجائے اس کے کہ وہ مسجد میں خاموشی سے بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، دو دو مل کر باتیں کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ مسجدیں اس لئے نہیں ہوتیں کہ ان میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں کی جائیں۔ مسجد میں یا تو دینی باتیں ہونی چاہئیں اور یا پھر ہر انسان کو ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ جب تک نوجوانوں میں یہ روح پیدا نہیں ہوتی۔ میں نہیں سمجھ سکتا ان میں خشیت اللہ کس طرح پیدا ہو سکتی ہے اور جب تک کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت پیدا نہیں ہوتی۔ ہم کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک سچا احمدی ہے۔ ہاں اگر خدا کی محبت پیدا ہو جائے تو رفتہ رفتہ باقی تمام خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی کے دل میں خدا کی محبت نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے ریت میں کیلا گاڑا ہوا ہو۔ بظاہر وہ گڑا ہوا نظر آتا ہے لیکن اگر ذرا بھی اسے ٹھوکر لگائی جائے تو وہ فوراً اکھڑ جاتا ہے لیکن جس دل میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی مضبوط چٹان میں کوئی کِیلا گاڑ دیا جائے۔ ایسے کیلے کو اگر ہتھوڑے بھی مارو تو وہ ہلنے کا نام نہیں لے گا۔ پس اصل چیز ذکرِ الٰہی، خدا تعالیٰ کی محبت اور مساجد کے ساتھ تعلق ہے۔ خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ وہ نوجوانوں میں یہ باتیں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان پر ذکرِ الٰہی کی اہمیت واضح کریں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں اور انہیں مساجد میں زیادہ وقت صرف کرنے کی عادت ڈالیں۔ مَیں نے دیکھا ہے خدام الاحمدیہ نے نماز باجماعت میں نوجوانوں کی سستی کو دور کرنے کی کوشش کی اور قادیان میں اپنی اس کوشش میں وہ بہت حد تک کامیاب ہو گئے۔ اب اس سبق کو وہ نوجوانوں کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں کہ وہ مساجد کے ساتھ تعلق رکھیں، ذکر الٰہی کی عادت ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں۔ اس کے بعد انہیں خود بخود نظر آجائے گا کہ نوجوانوں کے اخلاق کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہے۔ اب تو

بعض دفعہ انہیں نوجوانوں میں بلاوجہ جوش نظر آجاتا ہے۔ بعض دفعہ ان میں پاگل پن کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ وہ گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ وہ اور ابتلاؤں میں پڑ جاتے ہیں لیکن اگر وہ ان امور کی طرف توجہ کریں گے اور نوجوانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں گے تو یہ نقائص اور عیوب خود بخود کم ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ جہاں خدا تعالیٰ کی محبت آجاتی ہے شیطان وہاں سے پرے بھاگا کرتا ہے وہاں آیا نہیں کرتا۔"

(الفضل 17 ستمبر 1942ء)

1: الفاتحہ:5 2: الفاتحہ:4

3: خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 259 مطبوعہ 2008ء

4: بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان (الخ)

5: ملفوظات جلد 5 صفحہ 661 تا 663 (مفہوماً)

6: ہڑ: سیلاب

7: متی باب 25 آیت 1 تا 13 (مفہوماً)